AFKĀR *Research Journal of Islamic Studies*
Volume 3, Issue 2, December 2019, PP: 01-12
E-ISSN 2616-8588; P-ISSN 2616-9223
www.afkar.com.pk; www.iri.aiou.edu.pk

Scan for download

خبرِ واحد سے استدلال میں امام اعظم ابو حنیفہ کے اسلوب کا مطالعہ

Study of Imām Abū Ḥanifa's Methodology in Derivation from Khabar e Wāḥid

Dr. Muhammad Amjad
Assistant Professor
Department of Islamic Studies, BZU, Multan

Dr. Muhammad Khubaib
Assistant Professor
Department of Islamic Studies
The Islamia University of Bahawalpur, Bahawalpur

ABSTRACT

This article focuses on Imām Abū Ḥanifa's methodology to deal with Khabar-e-Wāḥid in terms of derivation of jurisprudential issues. It is concluded that Imām Abū Ḥanifa had strict merits while accepting Khabar-e-Wāḥid. He mandated some conditions to accept Khabar-e-Wāḥid. The most important conditions include that it should not contradict with Qur'ān and Sunnah (Mashhorah) and the narrator should not act against his narration and must not issue any verdict contrary to it. Moreover, it should not relate to the aspects that are needed by the general public ('Amom-e-balwa) and it should not contradict with al-qiyās, if the narrator is not a Faqih, it should not be out of reference and out of practice during the reign of the Companions of Holy Prophet Muhammad (peace be upon Him).

The article presents these conditions in a lucid manner, concluding the precisest methodology of Imām Abū Ḥanifa for Khabar-e-Wahid.

Keywords: *Khabar-e-Wāḥid, Sunnah (Mashhorah), Islamic Jurist, Imām Abū Ḥanifa.*

امامِ اعظم ابو حنیفہ تفقہ واجتہاد میں ائمہ اربعہ میں سب سے آگے تھے اور تفقہ واجتہاد کادار و مدار کتاب وسنت پر ہے،اس کے بغیر کوئی عالم فقیہ و مجتہد نہیں بن سکتا۔لیکن چونکہ فقہاء حدیث کی روایت کی بنسبت حدیث کی درایت اور اس سے مسائل کے استنباط کی طرف زیادہ توجہ دیتے ہیں۔اس لیے اگرچہ فقیہ و مجتہد روایت حدیث میں زیادہ مشہور نہ ہو مگر اس کا محدّث ہونا ضروری ہے۔امام ابو حنیفہؒ پر جو قلتِ معرفت حدیث کا اعتراض کیا جاتا ہے اس کی حقیقت بھی یہی ہے کہ امام ابو حنیفہ نے درایت حدیث کے مشغلہ کی بناپر حدیث کی روایت کم کی ہے لیکن آپ ذخیرۂ حدیث سے ناواقف نہیں تھے بلکہ آپ کے علمی اسفار، شیوخ کی فہرست اور ملکہ استنباط کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو علمِ حدیث میں بھی رسوخ حاصل تھا۔

امام اعمش،امام ابو حنیفہ کے استادِ حدیث تھے ایک مرتبہ امام ابو حنیفہ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے توانھوں نے امام ابو حنیفہ سے کئی علمی سوالات کیے آپ نے ان سب کے تسلی بخش جوابات دیے اس پر امام اعمش نے پوچھا کہ آپ نے یہ جوابات کہاں سے دیے؟ توامام ابو حنیفہ نے جواب دیا کہ آپ ہی سے روایت کردہ احادیث سے جواب دے رہاہوں۔اس پر امام اعمش نے ایک جملہ کہاجو بعد میں بہت مشہور ہوا:

يَا معشر الْفُقَهَاء أَنْتُم الْأَطِبَّاء وَنحن الصيادلة[1]

ترجمہ:"اے جماعت فقہاء! تم لوگ طبیب ہواور ہم دوافروش ہیں۔"

امام ابو حنیفہ پہلے فقیہ ہیں جنھوں نے خبرِ واحد کو حجت تسلیم کیابلکہ اگرانھیں ایسی خبرِ واحد ملتی جوان کی رائے کے خلاف ہوتی تو وہ خبر واحد کی وجہ سے اپنی رائے سے رجوع کر لیتے تھے۔آپ کا تو یہ حال تھا کہ اگر خبر واحد کے ذریعے کسی صحابی کا فتویٰ بھی ملتا تواپنی رائے سے رجوع کر لیتے تھے۔امام ابو یوسف کی کتاب الآثار اور امام محمد کی کتاب الآثار ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ امام ابو حنیفہ خبر واحد کو قبول کرتے تھے،اس کوآگے روایت کرتے تھے اور اس کی اساس پر اپنے فتاویٰ کو قائم کرتے تھے۔[2]

امام ابو حنیفہ خبر واحد کی حجیت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ہی ان کی بھرپور کوشش ہوتی تھی کہ صحیح حدیث پر عمل کیا جائے اور موضوع اور ضعیف روایات سے بچا جائے۔اسی لیے خبر واحد کے اخذ و قبول میں آپ نے کڑی شرائط عائد کیں تاکہ غیرِ حدیث،ذخیرۂ حدیث میں داخل نہ ہو سکے۔خبرِ واحد کو قبول کرنے کے بارے میں آپ کی مقرر کردہ شرائط دیگر ائمہ کی شرائط کی نسبت زیادہ سخت ہیں جس کی وجہ سے خبر واحد پر عمل کرنے کا دائرہ کچھ تنگ بھی ہو جاتا ہے۔امام ابو حنیفہ کی جانب سے ان سخت شرائط عائد کرنے کی وجہ لکھتے ہوئے الدکتور مصطفی السباعی فرماتے ہیں:

> "حنفی مذہب عراق کے شہر میں پروان چڑھااور اس وقت عراق میں احادیث وضع کرنا عام تھا۔اس کی مختلف وجوہات تھیں: ایک تو عراق سیاسی واقعات اور اختلافات کی آماج گاہ بنا ہوا تھااور دوسری طرف مختلف فرقوں اہل بدعات اور شیعہ وغیرہ کا مسکن تھاجو اپنے مذموم مقاصد کے لیے احادیث وضع کرتے تھے۔یہی وہ چیز تھی جس نے امام ابو حنیفہ اور ان کے پیروکاروں کو مجبور کیا کہ احادیث کو قبول کرنے میں احتیاط اور سختی سے کام لیں اور اس کے لیے انھوں نے مختلف قیودات لگائیں۔"[3]

امام ابو حنیفہ نے خبر واحد کو جانچنے کے لیے جو معیار مقرر کیا ہے، درج ذیل سطور میں اس کا تحقیقی جائزہ لینا مقصود ہے۔ پہلے خبر واحد کی تعریف بیان کی جائے گی۔

خبر واحد: معنی و مفہوم

خبر واحد کا لفظ دو لفظوں کا مجموعہ ہے یعنی خبر اور واحد۔ لفظ خبر کی جمع اخبار ہے۔ عربی زبان میں نبأ کا لفظ بھی خبر کا مترادف ہے۔ خبر اس اطلاع کو کہتے ہیں جو آپ کو اس شخص سے ملتی ہے جس سے آپ کچھ پوچھتے ہیں۔

والخَبَرُ، بِالتَّحْرِيكِ: وَاحِدُ الأَخبار. والخَبَرُ: مَا أَتاك مِنْ نَبإٍ عَمَّنْ تَسْتَخْبِرُ ... وخَبَّرَه بِكَذَا وأَخْبَرَه: نَبَّأَهُ. واسْتَخْبَرَه: سأَله عَنِ الخَبَرِ وطَلَبَ أَن يُخْبِرَهُ[4]

ترجمہ: "الخبر، حرکت کے ساتھ ہے اور الاخبار کا مفرد ہے اور الخبر اس اطلاع کو کہا جاتا ہے جو اس شخص کی طرف سے آئے جس سے تم کچھ دریافت کرو۔۔۔۔خبره بكذا اور اخبره کے معنٰی خبر دینا اور استخبره کا معنٰی خبر کا دریافت کرنا۔"

اصطلاح میں خبر اس کلام کو کہتے ہیں جو صدق اور کذب دونوں کا احتمال رکھتا ہو۔

وفی الإصطلاح قيل: ما يدخله الصدق والكذب[5]

لیکن اس بحث میں خبر سے ہماری مراد وہ خبر ہے جو شارع سے منقول ہو۔

أَحد، وَالْهَمْزَةُ بَدَلٌ مِنَ الْوَاوِ وأَصله وَحَدٌ لأَنه مِنَ الوَحْدة. والأَحَد: بِمَعْنَى الْوَاحِدِ وَهُوَ أَوَّل الْعَدَدِ[6]

ترجمہ: "احد، ہمزہ واؤ سے بدل ہے اور اس کا اصل وحد ہے کیونکہ یہ الوحدة سے بنا ہے اور الاحد واحد کے معنٰی میں ہے جو عدد کا پہلا ہے۔"

خبر واحد کی جمع اخبار الاحاد ہے۔ احاد کا لفظ احد کی جمع ہے اور احد کی اصل وحد ہے۔ واؤ کو ہمزہ سے بدلا گیا تو احد بن گیا۔ احد اس عدد کو کہتے ہیں جس سے پہلے کوئی عدد نہ ہو یعنی پہلے عدد کو جو کہ ایک ہے۔

لہٰذا لغت میں خبر واحد اس خبر کو کہیں گے جس کو روایت کرنے والا شخص صرف ایک ہو۔

اصطلاحی تعریف

اگرچہ خبر واحد کی تعریف پر علماء اصول متحد نہیں ہیں تاہم ان تمام تعریفات سے یہ قدر مشترک حاصل ہوتی ہے کہ خبر واحد وہ خبر ہے جس میں تواتر کی تمام شرائط نہ پائی جائیں۔

علامہ آمدی خبر واحد کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

خَبَرُ الْآحَادِ مَا كَانَ مِنَ الْأَخْبَارِ غَيْرُ مُنْتَهٍ إِلَى حَدِّ التَّوَاتُرِ[7]

ترجمہ: "اخبار آحاد ان اخبار کو کہا جاتا ہے جو حد تواتر تک نہ پہنچ سکیں۔"

اصول فقہ کی کتاب ''اللمع'' میں خبر واحد کی تعریف ان الفاظ سے کی گئی ہے:

اعلم أن خبر الواحد ما انحط عن حد التواتر[8]

ترجمہ: ''آگاہ رہیے کہ خبر واحد وہ ہے جو درجہ تواتر سے گری ہوئی ہو۔''

حنفی عالم خبازی نے خبر واحد کی تعریف ان الفاظ سے کی ہے۔

وخبر الواحد وهو: الذى يرويه الواحد أو الاثنان فصاعدا بعد ان يكون دون المشهور والمتواتر[9]

ترجمہ: ''خبر واحد وہ خبر ہے جو مشہور اور متواتر سے کم درجہ پر ہو اور اس کو روایت کرنے والے ایک یا دو یا دو سے زائد ہوں۔''

علامہ خبازی کی تعریف سابقہ دونوں تعریفوں سے مختلف ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ احناف خبر واحد اور متواتر کے درمیان مشہور کو ایک تیسری قسم قرار دیتے ہیں اور جمہور خبر مشہور کو علیحدہ سے قسم قرار نہیں دیتے بلکہ اس کو بھی خبر واحد شمار کرتے ہیں۔

الدکتور محمد ابوزھو نے خبر واحد کی تعریف ذرا تفصیل سے کی ہے:

واما خبر الواحد فهو ما لم يوجد فيه مشروط المتواتر سوائ كان الراوى له واحد أم اكثر[10]

ترجمہ: ''بہر حال خبر واحد وہ خبر ہے جس میں متواتر کی شروط موجود نہ ہوں برابر ہے کہ اس کا راوی ایک ہو یا زیادہ ہوں۔''

درج بالا تعریفات سے پتہ چلتا ہے کہ خبر واحد اس کو کہیں گے جس میں خبر متواتر کی شرائط میں سے کوئی ایک یا ایک سے زائد شرائط موجود نہ ہوں۔ خصوصاً یہ کہ اس کے راوی اس حد تک نہ ہوں کہ ان کا جھوٹ پر اتفاق عادۃً محال ہو۔ خبر واحد میں راوی ایک ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ راوی ایک سے زائد بھی ہو سکتے ہیں بشر طیکہ درجہ تواتر سے کم ہوں۔ اسی بات کی طرف صاحبِ توجیہ نے اشارہ کیا ہے:

"خبر الْوَاحِد هُوَ الْخَبَر الَّذِي لم تبلغ نقلته فِي الْكَثْرَة مبلغ الْخَبَر الْمُتَوَاتر سَوَاء كَانَ الْمخبر وَاحِدًا أَو اثْنَيْنِ أَو ثَلَاثَة أَو أَرْبَعَة أَو خَمْسَة إِلَى غير ذَلِك من الْعداد الَّتِي لَا تشعر بِأَن الْخَبَر دخل بهَا فِي حيّز الْمُتَوَاتر"[11]

ترجمہ: ''خبرِ واحد وہ ہے جس کے ناقلین کثرت میں خبر متواتر کی حد کو نہ پہنچے ہوں چاہے ایک، دو، تین، چار، پانچ یا اس کے علاوہ اس عدد کے برابر ہوں کہ جس کے ذریعہ خبر حدِ تواتر کو پہنچنے کو مشعر نہ ہو۔''

خبرِ متواتر اور خبرِ مشہور تو تمام علماء کے نزدیک مقبول و مسلم ہے لیکن خبرِ واحد کے اخذ ورد میں محدثین و فقہاء میں اچھا خاصا اختلاف رہا ہے۔ امام صاحب کی شرائط کا ذکر کرنے سے پہلے محدثین کے نزدیک جن اقسام پر خبرِ واحد کا اطلاق ہوتا ان کا ذکر کیا جائے گا۔

امام ابو حنیفہ بعض شرائط کے پائے جانے کے وقت خبرِ واحد سے استدلال کرتے ہیں جن میں سے کچھ شرائط کا تعلق سند سے ہے اور کچھ کا تعلق براہ راست متنِ حدیث سے ہے جسے درایت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سند سے متعلقہ شرائط میں تو امام ابو حنیفہ بقیہ علماء سے متفق ہیں لیکن خبرِ واحد کو پرکھنے کا درایتی معیار امام ابو حنیفہ کے ہاں مختلف نظر آتا ہے۔ درج ذیل سطور میں اسی معیار کا تحقیقی جائزہ لیا جائے گا اور ان شرائط کا جائزہ لیا جائے گا جو امام ابو حنیفہ خبرِ واحد کے قبول کرنے میں مقرر کرتے ہیں۔

خبرِ واحد کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے خلاف نہ ہو

خبرِ واحد جب کتاب اللہ یا سنت مشہورہ کے مخالف ہو تو وہ مقبول نہ ہو گی اور نہ ہی عمل کے لیے حجت ہو گی۔ برابر ہے کہ وہ خبرِ واحد بالکلیہ کتاب اللہ کے خلاف ہو یا کتاب اللہ کے عموم کے خلاف ہو یا اس کے ظاہر کے خلاف ہو کیونکہ کتاب اللہ کے ظواہر و عمومات قطعی الدلالت ہیں اور خبر واحد ظنی ہے اور قطعی چیز ظنی کے مقابلہ میں مقدم ہوتی ہے۔[12]

اس باب میں احناف کی ایک دلیل درج ذیل حدیث ہے:

مَنِ اشْتَرَطَ شَرْطًا لَيْسَ فِي كِتَابِ اللَّهِ فَلَيْسَ لَهُ، وَإِنْ شَرَطَ مِائَةَ مَرَّةٍ شَرْطُ اللَّهِ أَحَقُّ وَأَوْثَقُ[13]

ترجمہ: ''جو کوئی ایسی شرط لگائے جو کتاب اللہ میں نہ ہو تو یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے اگرچہ وہ سو مرتبہ شرط لگائے اللہ کی شرط زیادہ حق دار اور مضبوط ہے۔''

علامہ سرخسی نے حدیث بالا سے اس شرط کو اس طرح ثابت کیا ہے کہ اس حدیث میں شرط سے مراد وہ شرط ہے جو کتاب اللہ کے مخالف ہو۔ یہ مراد نہیں ہے کہ وہ شرط بذات خود کتاب میں نہ پائی جائے ورنہ تو یہ حدیث بھی بذات خود کتاب اللہ میں موجود نہیں ہے اور بالاجماع بہت سے ایسے احکام ہیں جو خبر واحد اور قیاس سے ثابت ہیں مگر وہ کتاب اللہ میں موجود نہیں ہیں۔ تو پتہ چلا کہ وہ شرط مراد ہے جو کتاب اللہ کے مخالف ہو۔ لہٰذا اس سے یہ صراحت ہو گئی کہ ہر وہ حدیث جو کتاب اللہ کے مخالف ہو وہ مردود ہے۔[14]

چنانچہ اگر خبر واحد کتاب کے عموم یا ظاہر کے خلاف ہو تو عموم میں تخصیص کرنا اور ظاہر کو ترک کر کے خبر واحد کے ذریعے مجاز پر محمول کرنا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح خبر واحد کے ذریعے کتاب اللہ کے خاص کو چھوڑنا جائز نہیں۔ اسی وجہ سے احناف کے نزدیک عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر سکتی ہے۔ احناف کی دلیل ان آیات کا ظاہری مفہوم ہے:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ[15]

ترجمہ: ''پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔''

فَإِذَا بَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ[16]

ترجمہ: ''تو جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو اے والیو تم پر مؤاخذہ نہیں اس کام میں جو عورتیں اپنے معاملہ میں موافق شرع کریں۔''

فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ[17]

ترجمہ: ''ان کی میعاد پوری ہو جائے تو اے عورتوں کے والیو انہیں نہ روکو اس سے کہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں۔''

درج بالا تمام آیات میں نکاح کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ عورت اپنا نکاح خود کر سکتی ہے اور نکاح کی صحت ولی کی اجازت پر موقوف نہیں ہے۔ ان آیات کے ظاہر کی وجہ سے احناف نے درج ذیل خبرِ واحد کو ترک کیا ہے جو بہ ظاہر ان آیات سے متعارض ہے کیونکہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت اگر بلا اجازت ولی نکاح کرے گی تو وہ لغو ہے۔

أَيُّمَا امْرَأَةٍ نَكَحَتْ بِغَيْرِ إِذْنِ وَلِيِّهَا فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ، فَنِكَاحُهَا بَاطِلٌ[18]

ترجمہ: ''جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے گی تو اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔''

اسی طرح احناف مسِ ذکر سے وضو ٹوٹنے والی روایت کہ "جس نے اپناذکر چھوااسے چاہیے کہ وضو کرے"[19] جو کہ خبرِ واحد ہے اس لیے رد کرتے ہیں کیونکہ یہ حدیث اس آیت کے مفہوم کے مخالف ہے:

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا[20]

ترجمہ: "اس میں (مسجد قباء) میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو خوب پاکی کو پسند کرتے ہیں۔"

یہ آیت ان حضراتِ صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی جو مسجد قباء میں رہتے تھے اور ڈھیلے سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے بھی استنجا کرتے تھے۔ قرآن میں ان لوگوں کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ یہ پاکی کو پسند کرتے ہیں کیونکہ یہ پانی سے بھی استنجا کرتے ہیں اور استنجا کرنے میں مسِ ذکر پایا جاتا ہے اور حدیث کی رو سے مسِ ذکر حدث ہے۔ لہٰذا یہ حدیث قرآن کے مفہوم کے معارض ہے اس لیے اس کو ترک کر دیا جائے گا۔[21]

اسی طرح خبرِ واحد اگر سنت مشہورہ کے مخالف ہو تو خبرِ واحد کو ترک کر دیا جائے گا اس کی مثال ملاجیون نے نورالانوار میں یہ دی ہے کہ حضرت ابو جعفر باقر روایت کرتے ہیں:

أن النبي صلى الله عليه وسلم قضى باليمين مع الشاهد الواحد[22]

ترجمہ: "آپ ﷺ نے ایک گواہ اور ایک قسم کی بنیاد پر مدعی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔"

یہ حدیث خبرِ واحد ہے اور اس مشہور حدیث " البَيِّنَةُ عَلَى المدَّعِي، واليَمينُ عَلَى المدَّعَى عَلَيْه"[23] کے مخالف ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی بھی مقدمہ کے دوران ثبوت پیش کرنا مدعی کے ذمہ ہے کہ وہ دو گواہ عدالت میں پیش کرے۔ اگر وہ دو گواہ مہیا نہ کر سکے تو اب مدعی علیہ سے قسم اٹھوائی جائے گی اور اگر وہ اپنی سچائی پر قسم اٹھالے تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ قسم اٹھانا صرف مدعی علیہ کا کام ہے اور گواہ پیش کرنا صرف مدعی کے ذمہ ہے۔ لہٰذا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی فریق سے دونوں کام لے لیے جائیں۔[24]

خبرِ واحد کے واقعہ کا تعلق ابتلائے عام سے نہ ہو

خبرِ واحد کا تعلق ایسے حکم سے نہ ہو جس میں ابتلائے عام ہو اور جو لوگوں کو اکثر پیش آتا رہتا ہو۔ چنانچہ اگر خبرِ واحد کا تعلق ایسے واقعہ سے ہے جس میں ابتلائے عام ہو تو اس صورت میں خبر واحد کو رد کر دیا جائے گا کیونکہ عادۃً ایسے امور سے اکثر لوگ باخبر ہوتے ہیں نہ کہ صرف ایک دو شخص، اس لیے ایسے واقعات میں شہرت اور تلقی بالقبول ضروری ہے۔[25]

جہراً تسمیہ پڑھنے کے بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ روایت:

عن نعيم المجمر قال : صليت وراء أبي هريرة فقرأ : بسم الله الرحمن الرحيم ، ثم قرأ بأم القرآن[26]

کو احناف اس لیے رد کرتے ہیں کہ نماز ایک ایسا عمل ہے جو روزانہ پانچ مرتبہ کیا جاتا ہے۔ اگر آپ ﷺ تسمیہ جہراً پڑھتے تو اس کے نقل کرنے والے کئی صحابہؓ ہونے چاہیے تھے مگر حضرت ابو ہریرہ کے علاوہ اور کسی نے یہ عمل نقل نہیں کیا۔[27]

احناف کا خبر واحد کی قبولیت میں عمومِ بلویٰ سے متعلق نہ ہونے کی شرط لگانا اس لیے ہے کہ جس مسئلہ کا تعلق عموم بلویٰ سے ہو اور روایت کرنے والے صرف ایک یا دو ہوں تو اس سے خبر میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی حیثیت مشکوک ہو جاتی ہے۔

راوی کا عمل یا فتویٰ خبرِ واحد کے خلاف نہ ہو

قبولیت خبرِ واحد کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ راوی کا اپنا عمل یا فتویٰ اس کی روایت کردہ حدیث کے خلاف نہ ہو۔ لہٰذا اگر راوی کا عمل یا فتویٰ اس کی حدیث کے خلاف ہو اور یہ عمل یا فتویٰ حدیث کی روایت کے بعد ظاہر ہوا ہو اور وہ حدیث خبرِ واحد ہو تو اس صورت میں اس حدیث کو ترک کر دیا جائے گا کیونکہ راوی اگر اپنی حدیث کے خلاف عمل کر رہا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہے یا صحیح نہیں ہے یا اس حدیث کا مطلب کچھ اور ہے جو ظاہر کے خلاف ہے۔ ورنہ راوی کا قصداً بلا دلیل حدیث کے خلاف عمل کرنا اس کی عدالت میں قادح ہو گا۔[28] اسکی مثال ذکر کی جاتی ہے:

عن أبي هريرة ، قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم : " إذا ولغ الكلب في إناء أحدكم فليرقه ثم ليغسله سبع مرار "[29]

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اسے چاہیے کہ پانی گرادے پھر اس کو سات مرتبہ دھوئے۔''

حضرت ابوہریرہؓ کا اپنا فتویٰ اس حدیث کے خلاف تھا۔ فرماتے تھے کہ کتے کے منہ ڈالنے کی وجہ سے برتن کو تین مرتبہ دھویا جائے گا۔[30]

اس لیے احناف حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کو قبول نہیں کرتے کیونکہ یہ ان کے اپنے فتویٰ کے خلاف ہے۔

احناف کی اس شرط کی اصل بنیاد یہ ہے کہ راوی خصوصاً جب وہ صحابی ہو دوسروں کی نسبت حدیث کے مقتضیٰ اور مفہوم کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔ لہٰذا حدیث کی تشریح یا وضاحت کے سلسلہ میں اس کا قول دوسروں کے اقوال وآراء پر مقدم ہو گا۔

غیر فقیہ راوی کی روایت قیاس اور قواعد شرعیہ کے خلاف نہ ہو

اگر راوی غیر فقیہ ہو اور اس کی روایت کردہ حدیث قیاس اور قواعد شرعیہ کے خلاف ہو تو اس صورت میں ضرورت کی وجہ سے حدیث کو ترک کر دیا جائے گا۔[31]

ملا جیون نور الانوار میں فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر راوی فقہ واجتہاد میں معروف ہو جیسا کہ خلفاءِ راشدینؓ اور عبادلہ اربعہؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عائشہؓ وغیر ہم رضی اللہ عنہم اور اس کی حدیث قیاس کے خلاف ہو تو اس صورت میں حدیث کو لیا جائے گا اور قیاس کو ترک کر دیا جائے گا اور اگر راوی عدالت اور ضبط میں تو مشہور ہو مگر فقہ واجتہاد میں معروف نہ ہو اور اس کی حدیث قیاس کے موافق ہو تو حدیث مقبول ہو گی اور اگر حدیث قیاس کے مخالف ہو تو ضرورت کی وجہ سے حدیث کو ترک کیا جائے گا اور ضرورت یہ ہے کہ اگر حدیث پر عمل کیا جائے تو رائے کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ اور یہ " فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ " کے مخالف ہے۔ راوی غیر فقیہ ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں روایت بالمعنی عام تھی۔ لہٰذا عین امکان ہے کہ صحابی نے وہ روایت اپنی فہم کے مطابق بیان کی ہو اور اس سے چوک ہو گئی ہو۔ اسی لیے روایت کو ترک کر کے قیاس پر عمل کیا جائے گا جیسا کہ حدیث مصراۃ۔[32]

لیکن اس کے مقابل حضرت ابوزھرہ حنفی اصول فقہ کی کتاب "التقریر والتجیر علی التحریر" کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں:

"ان مذھب أبی حنیفة رحمة الله علیه کما ذھب الشافعی رحمة الله علیه وفقهاء الاثر ان خبر الاحاد یقدم علی القیاس مطلقاً، سوائ اکان الراوی فقیها ام کان غیر فقیه، سواء انسد باب الرأی ام لم ینسد باب الرأی، وھذا نص ما جاء فیه وفی التحریر: اذا تعارض خبر الواحد والقیاس بحیث لا جمع بین ھما ممکن قدم الخبر مطلقاً عند الاکثرین، منهم ابو حنیفة والشافعی واحمد رحمة الله علیهم"[33]

ترجمہ: "بیشک امام ابو حنیفہ کا مذہب اسی جیسا ہے جو امام شافعی اور فقہائے محدثین کا تھا کہ اخبار احاد مطلقاً قیاس پر مقدم ہونگی چاہے راوی فقیہ یا غیر فقیہ ہو چاہے اس کے ذریعہ رائے کا دروزہ بند ہو یا نہیں ااور اس بارے میں یہ نص ہے اور "تحریر" میں ہے کہ جب خبر واحد اور قیاس کا ایسا تعارض ہو کہ ان کے درمیان تطبیق ممکن نہ ہو تو اکثر فقہاء کے نزدیک خبر واحد کو مقدم کیا جائے گا جن میں امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ شامل ہیں۔"

اس عبارت کے مطابق امام ابو حنیفہ بھی بقیہ فقہاء کی طرح خبر واحد کو قیاس پر ترجیح دیتے ہیں خواہ راوی فقیہ ہو یا غیر فقیہ ہو۔ اس کے بعد ابو زھرہ نے ایسی بہت سی مثالیں دی ہیں جن میں امام ابو حنیفہ نے راوی کے غیر فقیہ ہونے کے باوجود خبر واحد کو قیاس پر مقدم کیا ہے۔ مزید دلائل ذکر کر کے آخر میں یہ فیصلہ دیا ہے اس قول کی نسبت امام ابو حنیفہ کی طرف درست نہیں ہے۔

"انتهینا من ذلک التحلیل الی ان ابا حنیفة ما کان یقدم القیاس المستنبط عند تعارض الاوصاف و تصادم الامارات علی الحدیث وان ما قاله المخرجون فی مذھبه من بعده، او علی التحقیق بعض ھم ان انه یقدم القیاس علی خبر الاحاد اذا لم یکن راویه من الصحابة فقیها لا تصح نسبته الیه، لعدم استقامة المقدمات التی تؤدی الیه، ومخالفتها للماثور من اقواله، ولتضاربها مع الفروع الماثورة عنه"[34]

ترجمہ: "اس تجزیہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ابو حنیفہؒ قیاس مستنبط کو حدیث کے اوصاف وعلامات کے تعارض وقت مقدم نہیں کرتے تھے اور ان کے بعد ان کے مذہب کے اصحاب تخریج نے یا بعضوں نے جو اپنی تحقیق سے یہ کہا ہے کہ امام ابو حنیفہ قیاس کو خبر واحد پر اس وقت مقدم کرتے ہیں جب اس کا راوی کوئی فقیہ صحابی نہ ہو اس کی نسبت امام ابو حنیفہ کی طرف صحیح نہیں کیونکہ اس نسبت تک پہنچنے والے مقدمات درست نہیں اور وہ امام ابو حنیفہ سے منقول ان کے اقوال اور ان سے مروی جزئیات کے مخالف اور متصادم ہے۔"

خبر واحد شبہات سے ساقط ہونے والے احکام سے متعلق نہ ہو

خبر واحد کا تعلق ایسے حکم سے نہ ہو جو شبہات کی وجہ سے ساقط ہو جاتا ہو مثلاً حدود، وجہ اس کی یہ ہے خبر واحد غلبہ ظن کا فائدہ دیتی ہے اور یقین کا فائدہ نہیں دیتی اور اس ظن کی وجہ سے شبہ پیدا ہو جاتا ہے لہٰذا خبر واحد سے وہ حکم ثابت نہیں ہو سکتا جو شبہات سے ساقط ہو جاتا ہو۔[35]

لیکن اس شرط میں علماء احناف کا اختلاف ہے۔ امام کرخی اور ان کے متبعین تو اس شرط کو لیتے ہیں مگر امام ابو یوسف سے مروی ہے کہ وہ حدود میں خبر واحد کو قبول کر لیتے اور یہی قول ابو بکر رازی کا مختار قول ہے۔[36]

دور صحابہ میں متروک الاستدلال نہ ہو

صحابہ کرام نے کسی در پیش مسئلہ میں اس حدیث سے اعراض نہ کیا ہو۔ چنانچہ اگر صحابہ کو کوئی مسئلہ پیش آیا اور انھوں نے اس مسئلہ میں اس حدیث کو چھوڑ کر رائے کی بنیاد پر اختلاف کیا تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں یا اس حدیث کا در پیش مسئلہ سے تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق کسی اور مسئلہ سے ہے۔ مثلاً بچہ پر زکوٰۃ کے وجوب میں صحابہ نے رائے کی بنیاد پر اختلاف کیا ہے۔ مگر اس حدیث کی طرف التفاف نہیں کیا۔

"أَلَا مَنْ وَلِيَ يَتِيمًا لَهُ مَالٌ فَلْيَتَّجِرْ فِيهِ، وَلَا يَتْرُكْهُ حَتَّى تَأْكُلَهُ الصَّدَقَةُ"[37]

ترجمہ: ''خبر دار جو شخص ایسے یتیم کا ولی ہو کہ جس کے پاس مال ہو تو اس کو چاہیے کہ وہ اس میں تجارت کرے اور اسے یونہی نہ چھوڑے کہ صدقہ (زکوۃ) اس کو ختم کر دے۔''

تو پتہ چلا کہ یہ حدیث ثابت نہیں ہے یا اس حدیث میں صدقہ سے مراد نفقہ ہے۔[38]

دور صحابہ میں متروک العمل نہ ہو

اگر خبر واحد اس نوعیت کی ہو کہ وہ صحابہ کرام پر مخفی نہیں ہو سکتی تھی لیکن اس کے باوجود فقہاء صحابہ کرام نے اس روایت کے بر خلاف عمل کیا تو یہ بات دلالت کرتی ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہے یا وہ کسی اور معنی پر محمول ہے کیونکہ صحابہ کے بارے میں یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ حدیث صحیح کی مخالفت کریں۔[39] مثلاً یہ حدیث ہے کہ کنوارہ مرد کنواری عورت سے زنا کرے تو اس کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی ہے اور شادی شدہ مرد شادی شدہ عورت سے زنا کرے تو اس کی سزا سو کوڑے اور رجم ہے۔[40]

اب اس حدیث کی نوعیت ایسی ہے کہ یہ صحابہ کرام پر مخفی نہیں ہونی چاہیے تھی خصوصاً خلفاء راشدین پر کیونکہ اس کا تعلق حدود سے ہے اور حدود قائم کرنا خلفاء کی ذمہ داری ہے لیکن اگر خلفاء راشدین کا عمل دیکھا جائے تو انھوں نے ان دونوں سزاؤں کو اکٹھا نہیں کیا تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث یا تو منسوخ ہے یا پھر وجوب پر محمول نہیں ہے۔[41]

خلاصہ بحث

خبر واحد سے استدلال کرنے میں امام ابو حنیفہ کا منہج و اسلوب دوسرے فقہاء کے مناہج و اسالیب سے مختلف ہے یہاں تک اسے جمہور کے منہج کے مدمقابل کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے اور اسی اختلاف کی وجہ سے آپ کو اصحاب الرائے میں شمار کیا جاتا ہے اور آپ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ آپ رائے کے مقابلے میں نصوص کو چھوڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے جہاں خبر واحد کو چھوڑا ہے تو ان شرائط کے مفقود ہونے کی وجہ سے ہے جو آپ نے خبر واحد کے اخذ و قبول میں عائد کی ہیں۔ ان شرائط پر سرسری غور کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کو حدیث میں غیر معمولی درک حاصل تھا اور امام ابو حنیفہ نے حدیث سے شدت عنایت اور احتیاط کی وجہ سے اتنی کڑی شرائط عائد کی ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے اپنے زمانہ کے معروضی حالات کے پیش نظر حدیث کے اخذ و قبول میں اتنا سخت معیار مقرر کیا تاکہ حدیث کو وضاعین کے فتنہ سے محفوظ رکھا جا سکے۔ محققین حضرات امام ابو حنیفہ سے ان شرائط میں اختلاف کر سکتے ہیں اور دلائل کے ذریعے ان کو رد کیا جا سکتا ہے مگر ان کی بنیاد پر انکو مخالف حدیث یا تارک حدیث ہرگز قرار نہیں دیا جا سکتا۔

حواشی وحوالہ جات

[1] ابوعبدالله بن الحسین بن علی الصمیری، **اخبار ابی حنیفة واصحابه**،(بیروت:عالم الکتب،1394ھ)،ص27۔

[2] محمدابوحنیفةابوزہرہ، **حیاته وعصره**،(بیروت:اراؤه وفقهه،دارالفکر العربی)،ص 165۔

[3] الدکتور مصطفی السباعی، **السنة ومکانتها فی التشریع الاسلامی**،(بیروت:دارالوراق،2000ھ)،ص441۔

[4] ابن منظور افریقی، **لسان العرب**،(بیروت:دارصادر،س ن)،ج4،ص227۔

[5] عبدالعلی محمد بن نظام الدین لکھنوی، **فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت**،(بیروت:دارالکتب العلمیه،1423ھ)،ج2،ص123۔

[6] افریقی، **لسان العرب**،ج3،ص70۔

[7] علی بن محمدالآمدی، **الاحکام فی اصول الاحکام**،(ریاض:دارالصمیعی)،ج2،ص43۔

[8] ابواسحاق ابراہیم بن علی الشیرازی، **اللمع فی اصول الفقه**،(دمشق:دارکثیر،1416ھ)،ص153۔

[9] جلال الدین ابی محمد عمر بن عمر الخبازی، **المغنی فی اصول الفقه**،(مکةالمکرمة:مرکز البحث العلمیه واحیاء التراث الاسلامی،1403ھ)،ص194۔

[10] محمد ابوزهره، **الحدیث والمحدثون**،(الریاض:الرئاسة العامة لاصدارات فی البحوث العلمیة،1404ھ)،ص25۔

[11] طاہر بن صالح الجزائری الدمشقی، **توجیه النظر**،(مصر:المطبعة الجمالیة،1328ھ)،ص33۔

[12] فخرالاسلام علی بن محمدالبزدوی، **اصول بزدوی**،(کراچی:میر محمد کتب خانه)،ص173۔

[13] محمد بن اسماعیل البخاری، **الجامع الصحیح**،(بیروت:دارابن کثیر،1423ھ)،رقم الحدیث:2561۔

[14] ابوبکر محمد بن احمد السرخسی، **اصول السرخسی**،(کراچی:قدیمی کتب خانه)،ج1،ص375۔

[15] القرآن الکریم 230:2۔

[16] القرآن الکریم 234:2۔

[17] القرآن الکریم 232:2۔

[18] ابو عیسی محمد الترمذی، **الجامع للترمذی**،(ریاض:مکتبه المعارف،1417ھ)،رقم الحدیث:1102۔

[19] أبو داود سلیمان بن الأشعث بن إسحاق، **السنن ابوداود**،(ریاض:بیت الافکار الدولیه،1420ھ)،رقم الحدیث:181۔

[20] القرآن الکریم 109:9۔

[21] الخبازی، **المغنی فی اصول الفقه**،ص197۔

[22] الترمذی، **الجامع للترمذی**،رقم الحدیث:1302۔

[23] ایضاً رقم الحدیث:1341۔

[24] شیخ احمد ملا جیون، **نور الانوار**،(ملتان:مکتبه امدادیه)،ص189۔

[25] عبدالعلی محمد بن نظام الدین لکھنوی، **فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت**،(بیروت:دارالکتب العلمیه،1423ھ)،ج2،ص158۔

[26] احمد بن شعیب النسائی، **السنن للنسائی**،(ریاض:بیت الافکار الدولیه،1420ھ)،رقم الحدیث:905۔

[27] البزدوی، **اصول بزدوی**،ص177۔

[28] السرخسی، **اصول السرخسی**،ج8،ص2۔

[29] محمد بن مسلم القشیری، **الجامع الصحیح**،(ریاض:بیت الافکار الدولیه،1419ھ)،رقم الحدیث:289۔

[30] ابوجعفراحمد بن محمد الطحاوی، **شرح معانی الاثار**،(بیروت:عالم الکتب1414ھ)،ج1،ص23۔

[31] السرخسی، **اصول السرخسی**،ج1،ص350۔

[32] ملا جیون، **نور الانوار**،ص183۔

[33] ابوزہرہ، **حیاته وعصره**،ص232۔

[34] ایضاً ص327۔

[35] ابوالبرکات عبداللہ بن احمد نسفی،**کشف الاسرار**،(بیروت:دارالکتب العلمیہ)،ج2،ص56۔

[36] الخبازی،**المغنی فی اصول الفقۃ**،ص203۔

[37] الترمذی،**الجامع للترمذی**،رقم الحدیث:641۔

[38] ملا جیون،نور الانوار،ص190۔

[39] الخبازی،**المغنی فی اصول الفقه**،ص217۔

[40] القشیری،**الجامع الصحیح**،رقم الحدیث:1690۔

[41] الخبازی،**المغنی فی اصول الفقه**،ص217۔